

## قرضوں پر طاقتوں کیمیٹی بنائیے!

تین برس قبل پاکستان کے معاشی حالات ہمیشہ کی طرح انتہائی خراب تھے۔ پارلیمنٹ میں عجیب و غریب قسم کی ناقص بحث جاری تھی۔ گھسی پٹی باتیں۔ حکومتی وزراء بار بار ترقی کی بے مثال نوید سنار ہے تھے۔ بڑے بڑے منصوبوں کا افتتاح ہو رہا تھا۔ لگتا تھا کہ بس ملک تیزی سے جاپان جیسا صنعتی ملک بننے جا رہا ہے۔ اپوزیشن حسبِ معمول ناکامی اور قرضوں کے بوجھ کی گردان کر رہی تھی۔ قوم اتنی ہی پریشان اور بے خبر تھی، جتنی آج ہے۔ قوم کا لفظ مناسب نہیں۔ انسانوں کا یوڑ مناسب ہے۔ مگر معاشیات کے ماہرین سو فیصد جانتے تھے کہ ملک قرضوں پر چل رہا ہے اور سرکار بندیا دی طور پر دیوالیہ ہونے کے قریب ہے۔ مگر اس دور کے وزیر خزانہ انتہائی مطمئن تھے۔ سماں کے قریب کمیٹیوں کے سربراہ ہونے کے ناطے ملک کے طاقتوں تین لوگوں میں شامل تھے۔ تمام معاشی کھیل کی کنجی انکے ہاتھ میں تھی۔ اسلام آباد میں سینئر ترین افسروں کو بد تیزی سے ڈانتے تھے۔ فائدیں انکے منہ پر مارتے تھے۔ تمام سرکاری لوگ ان سے اسلیے ڈرتے تھے کہ سابقہ وزیرِ اعظم کی ناک کا بال اور قربی عزیز تھے۔ جب معاشی حالات دگرگوں ہونے لگے اور پیسے کی فراہمی کم ہو گئی تو انہیں مسئلے کا حل نکالنے کو کہا گیا۔ چنانچہ آئی ایم ایف کے ساتھ میٹنگ طے ہوئی۔ دوہی میں اسلیے کہ آئی ایم ایف کے وفد نے پاکستان آنے سے بڑے عرصے سے انکا کر رکھا تھا۔ وزارت خزانہ کے عمال اور وزیر خزانہ دوہی تشریف لے گئے۔ ان سرکاری ممبروں میں ایک سینئر افسر بھی تھے جو میری نظر میں انتہائی قابل انسان ہیں۔ دوہی میں کامیاب میٹنگ ہوئی۔ پاکستان کو آئی ایم ایف سے سخت ترین شرائط پر قرضہ مل گیا۔ ملکی معیشت آہستہ آہستہ سانس لینے لگی۔

چند ہفتے بعد، ملاقات، اس سینئر افسر سے ہوئی جو سرکاری وفد اور وزیر خزانہ کے ساتھ گئے تھے۔ میٹنگ کے متعلق پوچھا تو مکمل خاموش ہو گئے۔ کہنے لگے گھر آنا۔ پھر بات کریں گے۔ دو تین ہفتے کا وقفہ آگیا۔ وقت لیکر انکے گھر چلا گیا۔ کافی کا دور چلنے لگا۔ پوچھا کہ سر، آپ نے بتانا تھا کہ دوہی میں آئی ایم ایف کے ساتھ کیسی میٹنگ رہی۔ انہوں نے حیرت انگیز بات کی۔ بتانے لگے کہ حقیقت میں میٹنگ تو ہوئی ہی نہیں۔ صرف تین چالیس منٹ کی بیٹھ کی تھی۔ میں حیران رہ گیا۔ سوال کیا کہ میڈیا میں تو وزیر خزانہ کی شان میں قصیدہ گوئی ہو رہی ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ انہوں نے تو آئی ایم ایف کے سامنے پاکستان کی ہونے والی ترقی کا ایسا نقشہ کھینچا کہ گورے واہ واہ کر رکھے۔ سینئر افسر نے بے اختیار قہقہہ لگایا۔ کہنے لگے وہ تو پوری نشست میں صرف اور صرف چند منٹ بولے۔ وہ بھی رسمی سے الفاظ۔ مذاکرات تو ہوئے ہی نہیں۔ ذہن کو جھکھلا گا۔ مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بغیر مذاکرات کے قرضہ مل جائے۔ سمجھدی سے جواب دیا۔ مذاکرات فریقین کے درمیان ہوتے ہیں۔ یہ درست بات ہے کہ وزارت خزانہ نے پورا ایک بڑا ترتیب دے رکھا تھا۔ مگر اس پر بات کرنے کی توانوبت ہی نہیں آئی۔ ہوا ایسے، کہ آئی ایم ایف کے وفد نے ملکی معیشت پر بات کی۔ اسکے بعد انہوں نے قرضے کی شرائط بتانی شروع کر دیں۔ شرائط سن کر مجھے پسینہ آگیا کہ یہ تو ملک کے بال بال کو باندھ کر رکھ دیں گیں۔ وزیر خزانہ مکمل طور پر خاموش رہے۔ جب آئی ایم ایف کے وفد نے بات ختم کر دی تو انہوں نے صرف ایک فقرہ بولا، کہ پاکستان کو یہ تمام شرائط من و عن منظور ہیں۔ انہوں نے کسی بھی

بے حرم شرط کو ختم کرنے پر کوئی بات نہیں کی۔ وزیر خزانہ کے یک دم اقرار سے آئی ایم ایف کا وفد جیران رہ گیا۔ نہیں توقع نہیں تھی کہ پاکستان کا وزیر خزانہ کسی بھی دلیل اور بحث کے بغیر اتنی سخت شرائط مان لیگا۔ اب انہیں پسینہ آگیا۔ وزیر خزانہ نے اپنے وفد کے سربراہ کو معائدے پر دستخط کرنے کو کہا۔ سرکاری بابورو بوٹ کی طرح اٹھا۔ معائدے کی شرائط ماننے والے کاغذ پر دستخط کیے اور میٹنگ ختم ہو گئی۔ وزیر خزانہ مسکراتے ہوئے واپس چلے گئے۔ میٹنگ کے بعد آئی ایم ایف کے وفد کے سربراہ نے مجھے بلا یا اور کہا کہ اکیلے میں کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اسی بلڈنگ کے کونے میں غیر ملکی ٹیم کے سربراہ سے غیر رسمی بات شروع ہو گئی۔

بات چیت حدد رجہ نازک اور سنجیدہ تھی۔ گوراپو چھنے لگا کہ آپکے وزیر خزانہ کوئی نشہ تو نہیں کرتے۔ میرا جواب تھا کہ بالکل نہیں۔ حدد رجہ فعال اور مختنی آدمی ہیں۔ گورا مطمئن نہ ہوسکا۔ کیا آج جب میٹنگ میں تشریف لائے تو مکمل ہوش و حواس میں تھے۔ میرا جواب تھا کہ بالکل۔ میں نے بلڈنگ کی لابی میں ریسیو کیا اور کمیٹی روم تک لیکر آیا۔ انہیں کوئی نفیسیاتی مسئلہ نہیں تھا۔ مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔ گورے نے کہا، میں آئی ایم ایف میں پچھس سال سے نوکری کر رہا ہوں۔ دنیا کے ستر فیصد وزراء اعظم اور خزانے کے وزریوں کو جانتا ہوں۔ اکثر سے میری ذاتی دوستی بھی ہے۔ مگر آپکے وزیر خزانہ جیسا آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ جیران تھا کہ گورا کیا کہنا چاہ رہا ہے۔ سوال کیا کہ مسئلہ کیا ہے۔ گورا کہنے لگا کہ آئی ایم ایف کی ٹیم چار ہفتوں سے پاکستان کو قرضہ دینے کی تجویز پر کام کر رہی تھی۔ قرضہ کی شرائط کے دو ڈرائف بنائے تھے۔ ایک میں قدرے نزم شرائط تھیں اور ایک میں انتہائی درشت۔ ہمارا خیال تھا کہ وزیر خزانہ ہماری شرائط کو کبھی تسلیم نہیں کریگا۔ اس پر بحث ہو گی۔ ہم ایک دن کا وقفہ لینگے۔ مگر آپکے وزیر خزانہ نے تو سخت ترین شرائط والے معائدے کو پڑھے گے۔ ان پر معمولی سی گفتگو کے بعد، قرضہ کی رسی اجازت ہو جائیگی۔ مگر آپکے وزیر خزانہ نے تو سخت ترین شرائط والے معائدے کو پڑھے بغیر، بحث کیے بغیر اور کسی تقید کے بغیر، ایک منٹ میں مان لیا اور دستخط ہو گئے۔ میٹنگ کے بعد، ہمارا پورا وفد انتہائی تذبذب میں ہے کہ ایک ملک کا وزیر خزانہ اپنے ملک کے معاشری نظام سے اتنا لائق کیسے ہو سکتا ہے کہ ہماری ہربات مان لے۔ گورے کی اگلی باتیں حدد رجہ تھیں۔ ہمارے پاس کبھی کبھی بھارتی و فود بھی آتے ہیں۔ وہ درمیانے درجے کے ہوٹل میں قیام کرتے ہیں۔ معمولی سے کپڑے پہننے ہیں۔ پورا وفد یکسی پر ہماری بلڈنگ میں آتا ہے۔ ہمارے مسودے کی کسی بھی شرط کو نہیں مانتے۔ ہر نکتے پر اپنے قومی مفاد میں بحث در بحث کرتے ہیں۔ ہماری کسی شرط کو بھی آج تک من و عن تسلیم نہیں کیا۔ مذاکرات ایک دو دن نہیں، بلکہ کئی ہفتے جاری رہتے ہیں۔ بھارتی وفد کا سربراہ ہر معاملے پر اپنے ملک کے اہم سرکاری لوگوں سے رابطے میں رہتا ہے۔ کئی بار تو ہمارا صبر جواب دے دیتا ہے۔ چار پانچ بار تو ایسے بھی ہوا کہ ہم تھکن سے چور چور ہو گئے۔ مگر وہ لوگ بالکل چوکس رہے۔ مگر اسکے بالکل بر عکس، پاکستان کا پورا وفد دوئی کے سب سے مہنگے ہوٹل میں ٹھہر ہوا ہے۔ اکثر کی بیگمات بھی ساتھ ہیں۔ لگتا ہے کہ پکنگ کا سماں ہے۔ آپکے وزیر خزانہ دوئی کے مہنگے ترین علاقوں میں ذاتی گھر میں قیام پذیر ہیں۔ اس علاقے میں دوئی کے امیر لوگ بھی گھر خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ آپکے وزیر دوئی میں رولز رائس میں سفر کرتے ہیں جو بظاہر انکے بیٹے کی ملکیت ہے۔ مگر حقیقت سب جانتے ہیں کہ یہ سب کچھ انہی کا ہے۔ جب میٹنگ میں تشریف لاتے ہیں تو انکا لباس سب سے قیمتی ہوتا ہے۔ ہزاروں ڈالر کے کپڑے اور جوتے زیب تن کیے ہوتے ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ قرض

یہ نہیں بلکہ دینے کیلئے آئے ہیں۔ گورا کہنے لگا کہ ہم تمام لوگ دانتوں میں انگلیاں دبایتے ہیں جب وہ کسی چوں چڑاں کے بغیر، مشکل ترین شرائط پر قرض وصول کر لیتے ہیں۔ ہمیں یہ بھی علم ہے کہ ہمارے دیے گئے ڈالروں میں لتنا عوام پر لگتا ہے اور کتنا آپکے ملکی رہنماؤں کی جیبوں میں چلا جاتا ہے۔ مگر ہم خاموش رہتے ہیں۔ اسلیے کہ آپ اپنے قیمتی ترین اثاثے ہمارے پاس گروی رکھ کر ڈال رہے ہو۔ سینٹ افسر نے اور بھی بہت سی باتیں کیں جو سابقہ وزیر خزانہ کی ذات کے متعلق تھیں۔ انہیں قلمبند نہیں کروں گا۔ مگر وہ بھی حدود جہہ ناقص اور ادنیٰ ہیں۔

سوال یہ ہے کہ موجودہ حکومت بار بار کہتی ہے کہ سابقہ حکومتوں نے انتہائی نامناسب شرائط پر خطیر قرضہ لیا۔ وہ یہ بھی اعلان کر رہی ہے کہ سود کو ادا کرنے کیلئے مزید قرضہ لینا مجبوری ہے۔ چلیے، یہ بات دلیل کی بنیاد پر ملک کا چند فیصد طبقہ مان لیگا۔ مگر عوام کو تو اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔ انہیں تروز مرہ کی تمام چیزیں مناسب نرخ پر چاہیں۔ انہیں تو کوئی غرض نہیں کہ آئی ایم ایف یا ارلڈ بینگ سے کس نے، کن شرائط پر قرض لیا تھا۔ عام آدمی کو تو اپنی ذاتی سہولتوں سے غرض ہے۔ عام آدمی کا یہ دو یہ بالکل درست اور مناسب ہے۔ صرف یہ کہہ دینا کہ سابقہ حکومتوں نے ملک کو گروی رکھ دیا۔ برباد کر دیا یا بتاہ کر دیا۔ اس بیانیے کے سچ ہونے اور غلط ہونے پر بحث بے معنی ہے۔ اصل نکتہ، عوام کو ہر صورت آسانیاں مہیا کرنا ہے۔ اس میں ناکام ہونے کا مطلب حدود جہہ سنجیدہ اور تشویشناک ہو سکتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کون سالا جھے عمل اختیار کیا جائے، جس سے معاملات بہتری کی طرف چلنے شروع کر دیں۔ اس میں ان ممالک کے تجربات سے استفادہ کرنا چاہیے۔ جو ہمارے جیسے قرضوں کے جال میں پھنسنے اور پھر اس میں سے سرخ رو ہو کر نکلے۔ جنہوں نے پہلے قرضوں کو بالکل اسی طرح قبول کیا جیسے ہم کرتے تھے۔ پھر انکی سیاسی قیادت نے سسٹم میں ایسے سیفٹی ویلیو نشیل کیے جن سے قرضوں کا ہجم بھی کم ہوا اور لوگوں کو آسانی بھی میسر ہوئی۔ جمیکا اسکی ایک مثال ہے۔ جمیکا نے تمام قرضوں کو پرکھنے اور جانچنے کیلئے ایک طاقتور کمیٹی بنائی تھی۔ جس میں ساکھ والے قانون دان، ریٹائرڈ نج، سول سوسائٹی کے نمائندے، عوام میں احترام کی نظر سے دیکھنے والے لوگ، بلا امتیاز شامل کیے گئے۔ یہ کمیٹی ہر قرضے کے عمل کو تفصیل سے جانچنے کا اختیار رکھتی تھی۔ بالکل اسی طرز پر ہمارے ہاں بھی عمدہ لوگوں پر مشتمل ایک طاقتور اقتصادی کمیٹی بنائی جائے جو ماضی میں لیے گئے قرضوں کی بلا امتیاز اور غیر متعصب چھان بین کرے۔ موجودہ قرضوں پر بھی کڑی نظر رکھے۔ تحقیق کی بنیاد پر بتائے کہ پرانے قرضے کن ظالمانہ شرائط پر لیے گئے۔ کس طرح سب سڑی کی افیم دیکراں قرضوں سے اربوں روپے کی کمیشن حاصل کی گئیں۔ ان میں کون کون سا اہم شخص اور گروہ شامل تھا۔ جب تک ہم دلیل کی بنیاد پر قرضہ جات کا بے رحم تجزیہ نہیں کرتے۔ لوگ اسی طرح غیر مطمئن رہنگے۔ خواص بھی خوش رہنگے کیونکہ وہ تو مال سمیٹ کر ملک سے باہر آ رام کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اصل حقائق جاننے کے بعد، ہم اپنی سمت کو درست کر سکیں! اس وقت تو صرف تقریری مقابلے، مناظرے ہو رہے ہیں۔ ان سے بھی لوگ تنفر ہو چکے ہیں۔ کوشش کریں کہ معاشری معاملات بہتر ہو جائیں۔ امید ہے مگر ہلکی سی!